قائداعظم محمد علی جناح اور ایران

ڈاکٹر محمد سلیم اختر

ایران اور پاکستان دوستی اور اخوت کے اٹوٹ اور لازوال رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں، جن کی اساس ان کی مشترکہ تاریخ، مذہبی روایات اور یکساں طرز حیات ہے۔ دنیا میں بہت کم ایسے ممالک ہوں گے جن کے درمیان اس قسم کی وسیع البنیاد ثقافتی ہم آہنگی اور اتحاد فکر ونظر پایا جاتا ہو۔ تحریک پاکستان کے سلسلے پر ''دوقومی نظریے'' کو جو اہمیت حاصل ہے [1] اس کے بارے میں دو آراء نہیں ہو سکتیں۔ اس نظریے کے بانی [2] سرسید احمد خان (وفات: ۱۸۹۸ء) کا تعلق منطقہ دامغان کے ایک ایسے ایرانی خانوادے سے تھا جو ابتدا میں ہرات منتقل ہوا اور پھر شاہجہان کے عہد (۱۶۲۸-۵۸ء) میں ہجرت کر کے ہندوستان چلا آیا اور پھر مستقلاً یہیں آباد ہو گیا۔ [3] آل انڈیا مسلم لیگ جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو اس وقت کی دنیا کی سب سے بڑی مملکت پاکستان کے قیام کے لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا، اس کے پہلے صدر آغا خان سوم (وفات: ۱۹۵۷ء) [4] کا تعلق بھی ایک ایرانی خاندان ہی سے تھا۔ ان کے دادا آغا خان محلاتی اس خاندان کے پہلے شخص تھے جو ایران کے قاچار حکمرانوں کے ساتھ شدید اختلافات کے باعث ہندوستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے اور بالآخر ۱۸۸۱ء میں یہیں بمقام بمبئی ان کا انتقال ہوا۔ [5]

مولانا حسرت موہانی (وفات: ۱۹۵۵ء) جنہوں نے سب سے پہلے برصغیر کی برطانوی سامراج سے مکمل آزادی کی قرارداد انڈین نیشنل کانگرس کے اجلاس احمد آباد (۱۹۲۱ء) میں پیش کی، جس نے پنڈال میں ایک طوفان کھڑا کر دیا اور بالآخر گاندھی جی کی مخالفت کے باعث منظور نہ ہو سکی، [6] ان کے آباء و اجداد بھی مشرقی ایران کے مشہور شہر نیشاپور سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ [7] بعض روایات کے مطابق والدہ کی جانب سے خود حضرت قائداعظم کے آباء و اجداد کا آبائی وطن بھی ایران ہی تھا۔ [8] ان کا تعلق اسماعیلی خوجہ فرقہ سے تھا اور وہ بھی آغا خان محلاتی ہی کی معیت میں پہلی بار ہندوستان میں وارد ہوئے تھے۔ [9]

یہاں اس بات کا ذکر بھی خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ حضرت قائداعظم کی دوسری بیگم محترمہ رتی بائی (۱۹۰۰ء-۱۹۲۹ء) بمبئی کے ایک معروف پارسی قانون دان سر ڈنشا پٹیٹ کی اکلوتی صاحبزادی تھیں۔ انہوں نے ایک سنی عالم دین اور قائداعظم کے ایک عظیم مداح مولانا نذیر احمد خجندی (ولادت: ۱۸۸۲ء) [10] کے ہاتھ پر جامع مسجد دہلی میں ۱۸ اپریل ۱۹۱۸ء کو بسن ہیجدہ سالگی قبول اسلام کیا، اور اگلے ہی دن قائداعظم کے حبالۂ نکاح میں داخل ہو گئیں۔ جناب شریف دیوجی نے ایک اثناعشری قاضی کا اہتمام کیا [11] اور نکاح نامہ فارسی زبان میں تحریر ہوا جس کے

مطابق فریقین کی طرف سے ''حضرت شریعت مدار قبلہ گاہی آقائی حاج شیخ ابوالقاسم نجفی مدظلہ العالی'' اور ''میر علی خان راجہ صاحب محمود آباد'' وغیرہ جیسی اہم اور ممتاز (ایرانی الاصل) شخصیات نے وکالت کے فرائض سرانجام دیے۔[۱۲]

قیام پاکستان کے بعد کی پہلی نصف صدی کا بھی اگر جائزہ لیا جائے تو وطن عزیز کی سول انتظامیہ اور مسلح افواج ہی کی بالاترین سطوح پر نہیں بلکہ ملک کے ممتاز ترین تاجروں، صنعت کاروں، سیاست دانوں اور سفارتکاروں میں بھی ایرانی نسلی اثرات بڑے واضح طور پر نظر آتے ہیں، جن کا دائرہ نفوذ صدور مملکت، وزرائے اعظم، اور خواتین اوّل تک پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

بابائے قوم اور پاکستان کے پہلے گورنر جنرل حضرت قائداعظم کے خاندانی لحاظ سے ایرانی پس منظر کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ پاکستان کے پہلے صدر مملکت میجر جنرل (سید) اسکندر (علی) مرزا نے دو شادیاں کیں۔ ان کی پہلی بیگم رفعت شیرازی جس کے ساتھ انہوں نے بتیس برس گذارے اور جوان کے چھ بچوں کی والدہ تھیں، مرزا محمد امین التجار شیرازی کی صاحبزادی تھیں جن کے خاندان کی ۱۹۲۲ء میں دونوں کی شادی کے وقت بھی بہت سی جائیداد شیراز میں موجود تھی۔ میرزا محمد موصوف کے والد حاجی زین العابدین کو ایران کے آخری قاچار بادشاہ احمد شاہ (حک: ۱۹۲۵-۱۹۰۹ء) کا بھرپور اعتماد حاصل تھا اور امین التجار کا جدی پشتی خطاب بھی انہیں اسی کی طرف سے ملا تھا۔ حاجی زین العابدین کے والد نے اپنے خاندان میں سے سب سے پہلے ہندوستان آ کر یہاں جہاز رانی کی ایک کمپنی مغل لائنز کی داغ بیل ڈالی جس کے کوئی پندرہ کے قریب جہاز چلتے تھے اور شیراز کی طرح بمبئی میں بھی انہوں نے بہت سی جائیداد بنا رکھی تھی۔[۱۳]

اسکندر مرزا کی دوسری بیگم ناہید افخمی بھی ایک ایرانی نژاد خاتون تھیں، جو ان سے شادی سے قبل پاکستان میں ایرانی سفارتخانے کے ایک افسر سے بیاہی ہوئی تھیں۔[۱۴] ۵۲-۱۹۵۱ء کے دوران ان کے پاکستان کی وزارت دفاع کے اس وقت کے سیکرٹری، اور آئندہ کے پہلے صدر مملکت، اسکندر مرزا سے تعلقات استوار ہوئے، جو کچھ عرصہ مخفی رہے اور بالآخر دونوں نے ۱۹۵۴ء میں شادی کر لی۔[۱۵] اسکندر میرزا کی جلاوطنی کے دوران[۱۶] وہ ان کے ساتھ لندن میں رہیں،[۱۷] اور جب موصوف کا ۱۹۶۹ء میں لندن میں انتقال ہو گیا تو اسی ایرانی رشتہ کی مناسبت سے اور شاہ ایران سے ذاتی تعلقات کی بنا پر ان کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ تہران میں شاہ کے ایک قدیم محسن جنرل زاہدی کے مزار کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔[۱۸]

اسی طرح پاکستانی مسلح افواج کے تیسرے کمانڈر انچیف، جنرل آغا محمد یحییٰ خان، جو ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۲ء تک پہلے مملکت خداداد کے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر اور پھر صدر مملکت بھی رہے، ان کا تعلق بھی آبائی طور پر ایک ایرانی

خاندان ہی سے تھا۔ بے نظیر بھٹو[19] جو ۹۱۔۱۹۸۹ء اور ۹۶۔۱۹۹۳ء کے دوران دو دفعہ پاکستان کی وزارت عظمٰی کے منصب پر فائز رہیں، ان کی والدہ بیگم نصرت بھٹو بھی ایک ایرانی نژاد خاتون تھیں۔[20] اب آیئے پاکستان کی خواتین اوّل کی طرف۔ سب سے پہلے یہ اعزاز محترمہ فاطمہ جناح کو حاصل ہوا جو قائداعظم کی بہن تھیں اور جن کے ایرانی پس منظر کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ ان کے برعکس بیگم ناہید اسکندر مرزا اور بیگم نصرت بھٹو نسلی اعتبار سے تو سو فیصد ایرانی تھیں ہی، بہ ترتیب اسکندر مرزا اور ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے تک کم از کم وہ ایرانی شہریت کی بھی حامل تھیں۔

وزرائے خارجہ کی سطح پر نظر ڈالیں تو ذوالفقار علی بھٹو[21] کے بالواسطہ ایرانی رابطہ کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ اس سلسلے میں دوسری اہم شخصیت جو جلب توجہ کرتی ہے اور جس نے گذشتہ نصف صدی کے دوران مختلف عہدوں پر رہ کر وطن عزیز کی شاندار خدمات انجام دی ہیں، وہ ہیں جناب آغا شاہی۔ آبائی طور پر وہ بھی ایک شیرازی الاصل ایرانی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔[22]

صرف نظر اس سے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کا رویہ ان کے بارے میں کیا ہے، دنیا میں جب بھی اور جہاں بھی مسلمانوں پر کڑا وقت آیا ہے، برصغیر کے مسلمانوں نے ان کی امداد اور حمایت میں کبھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، چاہے اس کی انہیں کتنی ہی بھاری قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران جب رضا شاہ نے خاک ایران سے جرمن شہریوں کی ایک بڑی تعداد کے اخراج سے انکار کیا تو ۲۵ اگست ۱۹۴۱ء کو برطانوی اور روسی فوجوں نے ایران پر مشترکہ حملہ کر دیا۔[23] اس ناخوشگوار واقعے کی خبر ہندوستان پہنچتے ہی ۲۶ اگست ۱۹۴۱ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے قائداعظم کے زیر صدارت اپنے ہنگامی اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے اس ننگی جارحیت کی واشگاف الفاظ میں شدید مذمت کی اور برطانوی حکومت کو متنبہ کیا کہ متحدین کی اس کاروائی سے مشرق نزدیک کی صورتحال اور بھی پیچیدہ اور گھمبیر ہو جائے گی اور اس سے متحدین نہ صرف ہندوستانی مسلمانوں کی ہمدردیاں کھو بیٹھیں گے بلکہ مسلمانوں کے دلوں میں ان کے بارے میں تلخیاں بھی جنم لیں گی اور وہ متحدین کی ہر قسم کی امداد سے ہاتھ کھینچ لیں گے۔[24]

اس موضوع پر ۲۷۔۲۶ اکتوبر ۱۹۴۱ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے ایک اور شدید اللحن قرارداد منظور کی جس میں کہا گیا تھا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی نظر میں برطانوی اور سوویت افواج کی یہ کاروائی سلطنت ایران کے خلاف کھلی جارحیت ہے اور موجودہ صورتحال کے تناظر میں کونسل کو یوں محسوس ہوتا ہے گویا یورپین حکومتوں کا منشا یہ ہے کہ تمام اسلامی ممالک کو اپنے خودغرضانہ مقاصد کے حصول کی خاطر اپنے زیر تسلط لے آئیں۔ بنا برایں یہ کونسل

برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک کی حکومتوں کو متنبہ کرتی ہے کہ برصغیر کے مسلمان کسی بھی اسلامی ملک میں کسی غیر ملکی طاقت کی مداخلت کو برداشت نہیں کریں گے۔ اگر یورپی ممالک ان اسلامی ممالک کے بارے میں اپنی حکمت عملی کو تبدیل نہیں کریں گے تو برصغیر کے مسلمان ان ممالک کی حفاظت کی خاطر موثر اقدامات کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔[۲۵]

ان سب واقعات سے قبل قائداعظم اور ایرانی حکومت کے کسی نمائندے کے درمیان صرف ایک رسمی سے رابطے کا سراغ ملتا ہے، جو نومبر ۱۹۳۸ء میں مولانا شوکت علی کی وفات پر ایرانی قونصل جنرل علی معتمدی کی طرف سے قائداعظم کے نام ایک تعزیتی خط سے شروع ہوا[۲۶] اور غالباً وہیں ختم ہو گیا۔ اس کے بعد ۲۸ جولائی ۱۹۴۲ء کو بمبئی میں ایرانی قونصل اے۔ جی۔ پناہی نے قائداعظم اور محترمہ فاطمہ جناح کے اعزاز میں چائے کی ایک ضیافت کا اہتمام کیا[۲۷] اور اس کے فوراً ہی بعد ۳۱ جولائی ۱۹۴۲ء کو ایرانی قونصل نے قائداعظم سے ایک خط کے ذریعے درخواست کی کہ پاکستان کے بارے میں جو مواد بھی فراہم ہو سکے وہ اپنے سیکرٹری کے ذریعے انہیں بھجوا دیں۔[۲۸] اس خط سے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ٹی پارٹی کے موقع پر قائداعظم اور ایرانی حکومت کے نمائندے کے درمیان موضوع گفتگو کیا رہا ہوگا۔

اس سے اگلے ہی سال جب ایک خاکسار جنونی نے قائداعظم پر ناکام قاتلانہ حملہ کیا،[۲۹] تو مذکورہ ایرانی قونصل نے آپ کے نام ہمدردی وارادت کے جن جذبات کا اظہار کیا ان سے بھی طرفین کے درمیان موجود خیر سگالی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آقای پناہی نے اپنے مکتوب میں لکھا کہ آپ کی معزز اور ہر دلعزیز شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے اس مکروہ حملے سے جس طرح محفوظ رکھا اس پر میں اپنے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔[۳۰]

۲۹ جون ۱۹۴۲ء کے سہ فریقی میثاق اتحاد کی رو سے متحدین اس بات کے پابند تھے کہ جرمنی اور اس کے حلیفوں کے ساتھ مخاصمانہ کارروائیوں کے ختم ہوتے ہی وہ چھ ماہ کے اندر اندر اپنی فوجیں ایران سے واپس بلا لیں گے۔[۳۱] چنانچہ برطانوی اور امریکی فوجیں مارچ ۱۹۴۶ء میں ایران سے واپس چلی گئیں، لیکن روسیوں نے اس سلسلے میں لیت ولعل سے کام لینا شروع کر دیا۔[۳۲] اس اثنا میں برطانوی وزیراعظم کلیمنٹ ایٹلی کے برطانوی پارلیمنٹ میں بیان کو ہدف تنقید بناتے ہوئے قائداعظم نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۶ء کو اس بات کو ایک بار پھر دہرایا کہ ہمیں ایران کے لوگوں کے ساتھ انتہائی ہمدردی ہے اور برطانوی حکومت اور صدر ٹرومین سے سوال کیا کہ عربوں، مصریوں، انڈونیشینز اور دیگر مسلم ممالک، بشمول اسلامی ہندوستان، کے لوگوں کی امنگوں اور ان کے بار بار دہرائے گئے مطالبات کے بارے میں جن کا منتہائے مقصود کمتر ین درجے کے انصاف کے حصول کے سوا اور کچھ نہیں، ان کا دیانتدارانہ رویہ کیا ہوگا؟[۳۳]

جیسا کہ قائداعظم کے ۱۱۸کتوبر ۱۹۴۵ء کے کوئٹہ کے ایک اجلاس کے اس خطاب سے بالکل واضح ہے ۱۹۴۶ء کے عام انتخابات قیام پاکستان ہی کے بنیادی سوال کی اساس پر منعقد ہوئے تھے۔آپ نے فرمایا: ''ہم مسلمان رائے دہندگان کا عندیہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ حصول پاکستان کے حق میں ہیں، یا ایک حقیر اقلیت کے طور پر یہاں ہندوراج کے زیر سایہ ہی رہنا پسند کرتے ہیں؟''۔[۳۴] رائے دہندگان نے بالکل واضح اور ہر قسم کے شک و شبہہ سے بالاتر ہو کر حصول پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم لیگ نے نہ صرف مرکز میں اپنے لیے مخصوص تمام کی تمام نشستیں حاصل کرلیں، بلکہ صوبائی اسمبلیوں کی ۴۹۵ میں سے ۴۴۶ نشستیں بھی اسی کے ہاتھ آئیں۔[۳۵] چنانچہ انتخابی نتائج کو مبصرین نے بجا طور پر قائداعظم کے اس دعوی کی فاتحانہ تائید قرار دیا[۳۶] کہ وہ مسلمانوں کے تنہا نمائندہ ہیں۔ یہی نہیں بلکہ گاندھی جی کو بھی یہ بات تسلیم کرنا پڑی کہ ''من بعد کانگریس نہ صرف یہ کہ اس ادعا کو چیلنج نہیں کرتی، بلکہ تسلیم کرتی ہے کہ فی الوقت مسلم لیگ برصغیر کے مسلمانوں کی غالب اکثریت کی ایک مسلمہ نمائندہ ہے''۔[۳۷]

مسلم لیگ کی اس غیر معمولی سیاسی فتح کو دیکھ کر ہندو مشتعل ہو گئے اور ملک کے گوشے گوشے میں فرقہ وارانہ فسادات کے عفریت نے سر اٹھا لیا۔۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو صرف اور صرف کلکتہ میں ۴،۰۰۰ ہندوؤں اور مسلمانوں کی جانیں ان فسادات کی نذر ہو گئیں۔[۳۸] اکتوبر اور نومبر میں بہار بھی ان فسادات کی لپیٹ میں آ گیا جہاں کے حوادث میں خود ہندوؤں کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق ۸،۰۰۰ مسلمان اپنے ہندو ہم وطنوں کے غیظ و غضب کی بھینٹ چڑھ گئے، اور ایک معاصر تاریخ نگار کے بقول ہندوؤں کی طرف سے ایک وسیع علاقے میں اپنے مخالفین کے نام و نشان کو مٹانے کی یہ پہلی منظم کوشش تھی۔[۳۹] بنگال اور بہار کے ان فساد زدہ علاقوں کے مسلمانوں کی نجات اور آبادکاری کے لیے ایک امدادی فنڈ کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے ساتھ تعاون کی اپیل خود حضرت قائداعظم علیہ الرحمہ نے جاری کی۔

قائداعظم کی طرف سے انسانی ہمدردی کے اس کام میں امداد کی اپیل پر زاہدان میں مقیم ہندوستانی مسلمانوں نے اپنے ایرانی بھائیوں کے ساتھ مل کر اچھے خاصے عطیات جمع کیے اور بہار ریلیف فنڈ کے لیے پہلی قسط کے طور پر ۱۰،۰۰۰ روپے کی خطیر رقم ارسال کی۔اس پر قائداعظم نے مسلم ایسوسی ایشن زاہدان کے صدر شیر محمد خان کا شکریہ ادا کیا[۴۰] اور اس کے ساتھ ہی ایک ممتاز ایرانی تاجر آقای رزاق زادہ کے نام ایک الگ مکتوب لکھا کہ ہمارے ایرانی بھائیوں نے بہار ریلیف فنڈ کے لیے فراخدلانہ عطیات دے کر بہار کے المناک حوادث کے شکار مسلمانوں کے لیے اپنی تشویش اور ان کے ساتھ اپنی ہمدردی ثابت کردی ہے۔اس سلسلے میں میں آپ کا اور ان تمام لوگوں کا انتہائی

مشکور ہوں جنہوں نے مصیبت کی اس گھڑی میں ہمارے مصائب میں کمی کے لیے دست تعاون دراز کیا۔ مجھے یقین ہے کہ بہار کے مسلمان آپ کی اس برادرانہ امداد کو بنظر تحسین دیکھیں گے اور مجھے کوئی شبہ نہیں کہ اس کی بدولت مستقبل میں ہمارے درمیان اور بھی قریبی روابط استوار ہوں گے، اور ہم ایک دوسرے کے اور بھی زیادہ نزدیک آ کر مستقل بنیادوں پر مضبوط تعلقات استوار کر سکیں گے۔[41]

قیام پاکستان کی بعد قائداعظم کی اس نوزائیدہ مملکت کے پہلے گورنر جنرل کے طور پر نامزدگی پر دہلی میں ایرانی سفیر علی معتمدی نے اپنے ۱۵ جولائی ۱۹۴۷ء کے ایک مکتوب میں قائداعظم کو اپنی طرف سے اور اپنی حکومت کی جانب سے محبت آمیز اور پرخلوص ترین مبارک باد پیش کی، اور اس امید کا اظہار کیا کہ "آپ کی با استعداد قیادت میں برادر ممالک پاکستان اور ایران کے درمیان دوستی اور تعاون کے قریبی رشتے آنے والے سالوں کے دوران مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے جائیں گے"۔[42]

اس خط کے جواب میں قائداعظم نے بھی ویسے ہی پرخلوص جذبات کا اظہار کیا۔[43] قائداعظم کے انہی صمیمانہ الفاظ کی بازگشت ہمیں بعد میں وزیراعظم لیاقت علی خان کے اس پیغام میں بھی سنائی دیتی ہے جو موصوف نے وزارت عظمی کا منصب سنبھالنے پر اپنے ایرانی ہم منصب کے پیغام تبریک کے جواب میں انہیں ارسال کیا تھا۔[44] کم و بیش اسی زمانے میں ایران و پاکستان کی حکومتوں نے دونوں ممالک میں اپنے سفارتی نمائندوں کی تعیناتی کا بھی فیصلہ کیا۔[45] اس کے کچھ ہی دن بعد عید سعید فطر کی مناسبت سے شاہ ایران کے پیغام تبریک کے جواب مین قائداعظم نے توقع ظاہر کی کہ دونوں ملکوں کے درمیان تاریخی اور ثقافتی تعلقات اور سیاسی حسن تفاہم کے قیام اور افزائش کو طرفین کی تائید و حمایت ہمیشہ حاصل رہے گی۔[46]

قیام پاکستان کے بعد اس مملکت خداداد کو فوری طور پر جن بے شمار سنگین مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنا پڑا ان میں سرفہرست ہندوستان سے ستر لاکھ مسلمان پناہ گزینوں کی آمد تھی جو انتہائی کسمپرسی کے عالم میں جیسے تیسے سرحد پار کر کے پاکستان پہنچ رہے تھے۔ ان کے پاس سوائے تن ڈھانپنے کے کپڑوں کے، اور وہ بھی اکثر حالات میں فرسودہ اور تار تار، کوئی شے نہ تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس دوران میں شاید ہی کوئی آفت ہوگی جو ان پر نہ ٹوٹی ہو۔[47] اتنے بڑے پیمانے کی اس آزمائش کا مقابلہ کرنے کے لیے جس کی مثال تاریخ انسانی شاید ہی پیش کر سکے، بہت سے ممالک نے دوائیں، خشک دودھ، اناج، کمبل، اور گرم کپڑے وغیرہ بھیج کر پاکستان کی امداد کی۔ امتحان کی اس گھڑی میں جو کچھ ایران سے ہو سکا اس نے بھی کیا۔ چنانچہ ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو گورنر جنرل ہاؤس کراچی میں پاکستان ریڈ کراس سوسائٹی کے اجلاس کے دوران ایران کی طرف سے موصول ہونے والے ہیضہ کے خلاف ویکسین کے تحفے کا قائداعظم نے

خاص طور پر ذکر کیا۔ [۴۸]

مختلف ممالک کے درمیان دوستانہ تعلقات کے قیام اور فروغ میں اخبارات اور ذرائع ابلاغ کا ایک بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔ اپریل ۱۹۴۸ء میں حکومت پاکستان کی دعوت پر معروف ایرانی اسکالر، پارلیمنٹ کے رکن اور کثیرالاشاعت ترین فارسی اخبار **کیہان** کے ایڈیٹر، استاد عبدالرحمٰن فرامرزی [۴۹] کے زیر قیادت تین صحافیوں کا ایک وفد تین ہفتے کے دورے پر کراچی پہنچا تاکہ یہاں قیام کے دوران وہ پاکستان کی قومی زندگی کے شب و روز کا نزدیک سے جائزہ لے سکے۔ [۵۰] استاد فرامرزی کے علاوہ وفد میں روزنامہ **اطلاعات** کے ایڈیٹر اور ایرانی پارلیمنٹ کے رکن محمد علی مسعودی کے علاوہ، ایرانی صحافیوں کی انجمن کے سیکرٹری اور روزنامہ **ستارہ** کے مدیر احمد ملکی بھی شامل تھے۔

وفد کے قائد نے مقامی اخبارنویسوں سے بات چیت کے دوران برادر مسلم ملک پاکستان میں اپنی آمد پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ یہاں آکر ایسا ہی محسوس کر رہے ہیں گویا اپنے ہی وطن میں ہوں۔ مسعودی اور ملکی نے بھی ایسے ہی احساسات کا اظہار کیا اور کہا کہ ایرانیوں کو پاکستان سے گہری دلچسپی ہے اور اخبارات بھی اس سلسلے میں ایک اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ایک عام ایرانی بھی اس نوزائیدہ مملکت کے بارے میں اچھی خاصی معلومات رکھتا ہے۔ کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ اس سلسلے میں ان کے اہل وطن کی ہمدردیاں پاکستان کے ساتھ ہیں اور جہاں تک شیخ عبداللہ کا تعلق ہے تو اہل ایران اس کو بھی ایران میں آذربائیجان کی علیحدگی پسند تحریک کے سرغنہ اور خائن وطن جعفر پیشہ وری ہی کی طرح کا ایک شخص سمجھتے ہیں۔ [۵۱]

روزنامہ **ستارہ** کے مدیر آقای ملکی نے مقامی صحافیوں کو بتایا کہ انہیں پاکستان کے دورے کی دعوت روانگی سے دو روز قبل ملی تھی اور اگرچہ اس وقت ان کے والد علالت کے باعث بستر مرگ پر پڑے تھے، اس نوزائیدہ مملکت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی خواہش اتنی شدید تھی کہ وہ اپنی تمام مجبوریوں کے باوجود اس پر قابو نہ پا سکے۔ [۵۲]

قیام کراچی کے دوران اس وفد کے اعزاز میں پیلس ہوٹل میں ایک شاندار ضیافت کا اہتمام کیا گیا جس میں بڑے بڑے سرکاری عہدیدار، ممتاز شہری، اور ملکی و غیر ملکی شخصیات اور اخبارنویسوں نے شرکت کی۔ [۵۳] وفد نے بابائے قوم سے بھی ملاقات کی جس کے دوران قائداعظم نے وفد کے دورۂ پاکستان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ دونوں ہمسایہ ممالک کے درمیان بہتر اور دوستانہ تعلقات کے قیام کے سلسلے میں یہ ایران کا تیسرا اہم قدم ہے۔ جہاں تک دوسرے دو اقدامات کا تعلق ہے ان میں سے ایک تو اہل ایران کی طرف سے قائداعظم ریلیف فنڈ کے لیے فراخدلانہ عطیات کا دینا، اور دوسرا ہمارے دونوں ممالک کے درمیان سفارتی نمائندوں کا تبادلہ ہے۔ قائداعظم نے وفد کے ساتھ گفتگو میں ایشیائی اقوام بالخصوص مسلمانوں کے درمیان ہم آہنگی، اشتراک مقاصد اور مکمل حسن تفاہم پر

زور دیا اور امید ظاہر کی کہ اس سے عالمی سطح پر امن اور خوشحالی کے قیام میں مدد ملے گی۔[۵۴]

مہلک بیماری اور کبرسنی اپنی جگہ، گورنر جنرل کی حیثیت سے قائداعظم کے ضعیف و ناتواں کندھوں پر جن بے تحاشا ذمہ داریوں کا بوجھ آن پڑا، اس نے آپ کی عمومی صحت کو بری طرح متاثر کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ مختصر عرصے کے لیے صاحب فراش رہنے کے بعد ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس موقعے پر سفارت ایران کی طرف سے مرحوم قائد کی ہمشیرہ کے نام جو تعزیتی پیغام ارسال کیا گیا وہ معاصرین کی طرف سے قائد کی دیو قامت شخصیت کی عظمت و ابہت کا برملا اقرار تھا۔ پیغام میں کہا گیا تھا: ''کس قدر صدمے کی بات ہے کہ آج ایک عظیم مفکر، ایک عظیم مسلمان رہنما، دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کے بانی اور معمار اور اہل پاکستان کے بابائے قوم ابدی نیند سو گئے ہیں!''[۵۵]

اپنے پاکستانی بھائیوں کے اس بے مثال غم کے لمحے پر کراچی میں مقیم ایرانی شہریوں نے بھی ایک تعزیتی جلسے کا اہتمام کیا جس میں ایران کے قائم مقام سفیر اور سفارتخانے کے عملے کے علاوہ خلیلی، اصفہانی، نمازی، شیرازی اور یزدی خاندانوں نے بھی بھرپور شرکت کی۔ اس اجلاس میں تلاوت قرآن مجید کے بعد آقای محمدی یو یا یزدی نے مندرجہ ذیل قرارداد پیش کی جو اتفاق رائے سے منظور ہوئی اور پھر اس کا متن محترمہ فاطمہ جناح کی خدمت میں ارسال کیا گیا۔ قرارداد میں کہا گیا تھا کہ ''ہم کراچی میں مقیم ایرانی اپنے محبوب رہبر و رہنما، قائداعظم کی وفات پر جو آہنی عزم اور صداقت کے پیکر، اور مستقل مزاجی اور رزانت فکر کی عمدہ مثال تھے، انتہائی سوگوار ہیں اور آپ کی خدمت میں اپنی دلی ہمدردی اور تعزیت کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ اس عظیم صدمے سے صرف آپ ہی کا قلب سلیم داغدار نہیں بلکہ اس کی زد سے ہر ایک حق پرست کا دل خون کے آنسو رو رہا ہے اور سارے کا سارا عالم اسلام غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا ہے۔''[۵۶]

قائداعظم کی وفات کی پہلی برسی کی مناسبت سے ۱۷ ستمبر ۱۹۴۹ء کو خالق دینا ہال کراچی میں ایک عظیم جلسہ عام منعقد ہوا جس سے ایرانی سفیر آقای علی نصر نے بھی خطاب کیا اور اپنی قوم کی طرف سے حضرت قائداعظم کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ایرانی قوم قائداعظم کی ذات سے ایک خصوصی وابستگی محسوس کرتی تھی۔ ان کی وفات کی خبر سن کر اہل ایران کو سخت صدمہ ہوا۔ چنانچہ حکومت ایران اور ملت ایران نے آپ کی روح کو ایصال ثواب کے لیے متعدد تعزیتی جلسوں کا اہتمام کیا۔[۵۷]

قائداعظم علیہ الرحمہ کی دوسری برسی کے موقعے پر ریڈیو ایران نے ایک خصوصی پروگرام نشر کیا جس کا آغاز ایرانی وزیراعظم کے پیغام سے ہوا، جنہوں نے قائداعظم کی شخصیت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ قائداعظم

دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کے بانی تھے۔اس موقعے پر ایک انتہائی ممتاز ایرانی سیاسی و سماجی شخصیت، دانشور، ادیب و شاعر، بعد میں ایران کے وزیر تعلیم اور ہندوستان میں ایران کے سفیر، استاد علی اصغر حکمت نے بھی اظہار خیال کیا، اور کہا کہ اس برادر مسلم مملکت کو سب سے پہلے ہم اہل ایران نے تسلیم کیا، اور آج جب کہ اس تاریخ ساز واقعے کو تین سال کا عرصہ بیت چکا ہے ہم بجا طور پر اپنے ہمسایہ ملک پر فخر کرتے ہیں اور ہماری دعا ہے کہ ہمارا یہ ہمسایہ روز بروز اسی طرح مضبوط سے مضبوط تر ہوتا رہے اور امت مسلمہ کی وحدت کا باعث بنے۔علی اصغر حکمت نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ قائداعظم کی شخصیت آنے والی نسلوں کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوگی۔انہوں نے کہا کہ محمد علی جناح جیسی عظیم شخصیات آسمان پر ستاروں کی مانند ہوتی ہیں جن کی روشنی بہت دور سے ہم تک پہنچتی ہے اور باوجود اس کے کہ وہ انسانی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہیں، ان کی روشنی کبھی معدوم نہیں ہوتی۔[۵۹]

اس تعزیتی پروگرام کی ایک اور نمایاں بات ایران ریڈیو سے اس وقت تک نشر ہونے والی پہلی اردو تقریر تھی، جو معروف ایرانی ادیب، شاعر، اور مترجم سید محمد تقی فخر داعی گیلانی نے قائداعظم کے بارے میں کی۔آپ نے کہا کہ قائداعظم اللہ کے وہ برگزیدہ بندے تھے جنہیں اسلام کی تجدید حیات کے لیے دنیا میں لایا گیا تھا۔آپ نے فرمایا کہ قائداعظم نے پاکستان قائم کر کے نہ صرف برصغیر کے مسلمانوں کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کر سکیں، بلکہ اس سلسلے میں سارے جہان اسلام کو بھی ایک نیا راستہ دکھایا۔[۶۰]

حوالہ جات

۱۔ Stanley Wolpert, Jinnah of *Pakistan*, New York, 1984, p.19 کے علاوہ بھی سر سید ایک کثیر الجہات شخصیت کے مالک تھے۔تحریک پاکستان کے سلسلے میں جہاں ان کی بعض دوسری خدمات کا ذکر اہم ہے وہاں ان کی کوششوں سے قائم ہونے والے ایم۔اے۔او کالج کی، جو بعد میں مسلم یونیورسٹی کے نام سے معروف ہوا، اہمیت سے بھی انکار ممکن نہیں۔قائداعظم علیہ الرحمہ اس ادارے کے اس حد تک گرویدہ تھے کہ آپ اسے The arsenal of Muslim India اور مسلم لیگ کے لیے The Finest Recruiting Ground کے نام سے یاد کرتے تھے۔یہی نہیں بلکہ آپ نے اپنی وصیت مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۳۹ء کے مطابق اپنی جائداد سے حاصل شدہ درآمد کا ایک حصہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لیے وقف کر دیا۔ملاحظہ ہو:

S.M.Zaman, *Quaid-i-Azam and Education*, (Islamabad, 1995), pp.191, 217-218,

260.

۲۔ Stanley Wolpert,p19

۳۔ الطاف حسین حالی، حیات جاوید، لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۶۵

۴۔ A.H.Albiruni,Makers of Pakistan and Modern Muslim India (Lahore, 1950). p.96; Stanley Wolpert, p. 25-26

۵۔ فرهنگستان زبان وادب فارسی، دانشنامہ زبان وادب فارسی در شبهقاره، تہران، ۱۳۸۰ شمسی، جزو اول، ص ۱۵۱

۶۔ Sharif al Mujahid,*Quaid-i-Azam Jinnah:Studies in Interpretation*, (Karachi,1985), pp.685

حکیم آفتاب احمد قریشی، کاروان شوق، ترتیب ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، طبع دوم، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۲۴۷

۷۔ سید فضل الحسن حسرت موہانی، کلیات حسرت، طبع سوم، لاہور، ۱۹۶۴ء، مقدمہ مرتب، ص ۷

۸۔ نواب زادہ محمود علی خان، عظیم قائد، طبع سوم، (لاہور، ۱۹۸۹ء) ص ۴۳

۹۔ قائداعظم کے ددھیال کی بابت مزید معلومات کے لیے دیکھیے: حکیم آفتاب احمد قریشی، ص ۲۳۔۲۱؛ p.4, Wolpert

۱۰۔ خجند، جمہوریہ ازبکستان کا دریائے سیحون کے کنارے آباد معروف تاریخی شہر، جس کا جدید نام اسٹالین آباد ہے۔ مولانا خجندی کے حالات کے بارے میں مزید معلومات کے لیے، دیکھئے: خواجہ رضی حیدر، رتی جناح قائداعظم کی رفیقۂ حیات، (کراچی، ۱۹۹۰ء)، ص ۵۱۔۴۹

۱۱۔ ایضا، ص ۴۶

۱۲۔ ایضا، ضمیمہ ۲، ص ۲۴۵

۱۳۔ *Humayun Mirza,From Plassey to Pakistan, (New York,1999),p.138.*

۱۴۔ ہمایوں مرزا، ص ۱۷۴

۱۵۔ یہ شادی کب اور کہاں انجام پائی، یہ اب تک ایک سربستہ راز ہے۔ صرف اتنی بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ پہلی بار اس کا انکشاف اکتوبر ۱۹۵۴ء میں ہوا۔ ملاحظہ ہو: ہمایوں مرزا، ص ۱۷۴

۱۶۔ بقول ولپرٹ (ص ۵۸) کے ایوب خان، اسکندر مرزا پر اس لیے بھی اعتماد نہ کرتا تھا کہ اسے خدشہ تھا کہ موصوف کی ''خوبصورت اور بااستعداد بیگم'' اپنی ریشہ دوانیوں کے ذریعے مبادا اس کا وہی حشر نہ کر دے، جو ایوب خان نے

اسکندر مرزا کا کیا تھا۔ ناہید اسکندر مرزا کی امورِ مملکت میں غیر ضروری مداخلت پر مزید معلومات کے لیے، دیکھیے: ہمایوں مرزا، ص ۲۳۶

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۳۸

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۴۰۔۲۳۸

۱۹۔ متولد کراچی، ۲۱ جون ۱۹۵۳ء، دیکھیے: Stanley Wolpert, *Zulfi of Pakistan;His Life and Times*, (New York,1993), p.42.

۲۰۔ وہ ۲۳ مارچ ۱۹۲۹ء کو بمقام بمبئی کرد نسل کے ایرانی والدین کے ہاں پیدا ہوئیں، جو قیام پاکستان کے بعد کراچی منتقل ہو گئے۔ ان کی شادی ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ ۸ ستمبر ۱۹۵۱ء کو کراچی میں انجام پائی۔ ملاحظہ ہو: ولپرٹ، ص ۴۳، ۹۹

۲۱۔ وزیر خارجہ بننے سے قبل وہ ایوب خان کی کابینہ میں ایندھن اور قدرتی وسائل کے وزیر (۶۳۔۱۹۵۸ء) بھی رہے۔ دیکھیے: شریف المجاهد، ص ۶۷۱

۲۲۔ ملاحظہ ہو، سنڈے میگزین، روزنامہ جنگ، راولپنڈی، یکم جولائی ۲۰۰۱ء۔

۲۳۔ *The Encyclopaedia of Islam*,New Edition,Leiden,1978,Vol.IV,*s.v.*, "Iran"

۲۴۔ Atique Zafar Sheikh, *Quaid-i-Azam, Iran and Turkey (Selected Documents)*,Islamabad,1981,pp.2.

۲۵۔ ایضاً، ص ۲

۲۶۔ ایضاً ، ص ۱

۲۷۔ ایضاً، ص ۳

۲۸۔ ایضاً، ص ۴

۲۹۔ دیکھیے: *The Jinnah of Pakistan*,pp.224-25

۳۰۔ عتیق ظفر شیخ، ص ۴

۳۱۔ ***انسائیکلوپیڈیا آف اسلام*** (انگریزی)، جلد چہارم، مقالہ ''ایران''۔

۳۲۔ (پنجاب یونیورسٹی، لاہور)، *اردو دائرۂ المعارف اسلامیہ*، جلد سوم، لاہور، ۱۹۶۸ء، مقالہ ''ایران''۔

۳۳۔ عتیق ظفر شیخ، ص ۵

۳۴۔ Jamil-u... ...n Ahmad(comp.), *Speeches and Writings of Mr Jinnah*, 7th edn, (London. 1968. Vol. II); p. 224

۳۵۔ See Sharif Al Mujahid, "*Pakistan Resolution and Indian National Congress*", in *Pakistan Resolution Revisited*, ed. K.F.Yusuf, M.Saleem Akhtar and S .Razi Wasti, (Islamabad, 1990), p. 326

۳۶۔ ۳۷۔ Richard Symonds, *The Making of Pakistan,* (London,1950),pp:67

بنقل از شریف المجاہد،ص ۳۲۶۔۲۷

۳۸۔ سید علی خامنہ ای، مسلمانان در نہضت آزادی ھند، طبع دوم، (تہران، ۱۳۴۷ شمسی)، ص ۲۸۳۔۲۸۲

۳۹۔ Chaudhri Muhammad Ali, *The Emergence of Pakistan*, Fifth Pakistani edn., Lahore,1985,p.254

۴۰۔ عتیق ظفر شیخ،ص ۶

۴۱۔ ایضاً، ص ۷

۴۲۔ ایضاً، ص ۹

۴۳۔ ایضاً،ص ۱۰

۴۴۔ ایضاً

۴۵۔ ایضاً

۴۶۔ چودھری محمد علی،ص ۲۶۱

۴۷۔ *Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah, Speeches as Governor-General of Pakistan 1947-8*, (Karachi,n.d.), p.76.

۴۸۔ عتیق ظفر شیخ،ص ۱۱

۴۹۔ اس موضوع سے متعلق چند ایک کتب جو دوران تحریر مقالہ میری نظر سے گذریں، اور جن کے عناوین و کوائف بطور مثال بہ ترتیب تاریخ اشاعت درج ذیل ہیں، ان سب میں اس معروف ایرانی شخصیت کا صرف خاندانی نام (Family Name)، اور وہ بھی غلط شکل میں (Framalzi) نقل ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

M.Rafique Afzal, comp.and ed., *Selected Speeches and Statements of*

the Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah 1911-34 and 1947-48, 1st Impression, (Lahore, 1966), 461; 2nd Impression, Lahore, 1973,p.461; Atique Zafar Sheikh and Mohammad Riaz Malik,eds, *Quaid-i-Azam and the Muslim World*, (Karachi, 1978),p.224

Riaz Ahmad, comp., "Jinnah :a Chronology", revised, rewritten and edited by Sharif al Mujahid, and incorporated in the latter's *Quaid-i-Azam Jinnah:Studies in Interpretation*, (Karachi, 1981) ,pp.513,654.

۵۰۔ عتیق ظفر شیخ،ص ۱۲۔۱۱

۵۱۔ ایضاً، ص ۱۲

۵۲۔ ایضاً، ص ۱۳

۵۳۔ ایضاً،ص ۱۴

۵۴۔ ایضاً، ص ۱۳

۵۵۔ ایضاً، ص ۱۴۔۱۳

۵۶۔ ایضاً،ص ۱۰

۵۷۔ ایضاً ، ص ۲۰

۵۸۔ ایضاً ،ص ۲۱

۵۹۔ ایضاً،ص ۲۲

۶۰۔ ایضاً

Institute's Publications

1.	*Political Parties in Pakistan, 1947-1971*, (3 vols.), Dr. M. Rafique Afzal	Rs. Rs. Rs.	90/- 250/- 250/-
2.	*The Case for Pakistan*, Dr. M. Yusuf Abbasi	Rs.	260/-
3.	*London Muslim League (1908-1928): A Historical Study*, Dr. M. Yusuf Abbasi	Rs.	260/-
4.	*Making of Pakistan: The Military Perspectives*, Dr. Noor-ul-Haq	Rs.	150/-
5.	*The Frontier Policy of Delhi Sultans*, Dr. Agha Hussain Hamadani	Rs.	150/-
6.	*Newsletters in the Orient*, Dr. Abdus Salam Khurshid	Rs.	120/-
7.	*Quaid-i-Azam and Education*, Dr. S.M. Zaman (ed.)	Rs.	200/-
8.	*Islam in South Asia*, Dr. Waheed-uz-Zaman and Dr. M. Saleem Akhtar (eds.)	Rs.	450/-
9.	*Exporting Communism to India: Why Moscow Failed?* Dushka H. Sayid	Rs.	150/-
10.	*Multan: History and Architecture*, Dr. Ahmed Nabi Khan	Rs.	160/-
11.	*Pakistani Culture: A Profile*, Dr M. Yusuf Abbasi	Rs.	300/-
12.	*Muslim Ummah and Iqbal*, Dr. (Brig) Muhammad Ashraf Chaudhry	Rs.	250/-
13.	*Pakistan: A Religio-Political Study*, Dr. Shaukat Ali	Rs	350/-
14.	*Islam and Democracy in Pakistan*, Dr. M. Aslam Sayid	Rs.	200/-
15.	*History of Sind* (*British Period 1843-1936*) Vol. I, Dr. Laiq Ali Zardari	Rs.	200/-
16.	*Modern Muslim India in British Periodical Literature* (*1843-1936*) Vol. I, Dr. K.K. Aziz	Rs.	480/-
17.	*Jamiyyat Ulama-i-Pakistan, 1948-79*, Mujeeb Ahmad	Rs.	150/-
18.	*Perspectives on Kashmir*, Dr. (Miss) K.F. Yusuf (ed.)	Rs.	350/-
19.	*Separation of Sind from Bombay Presidency*, (2 vols.) Dr. Hamida Khuhro	Rs	120- 250/-
20.	*History of the Northern Areas of Pakistan*, Dr. A.H. Dani	Rs.	350/-
21.	*The Punjab Muslim Students Federation, 1937-47*, Dr. Sarfaraz Hussain Mirza	Rs.	250/-
22.	*N.W.F.P. Administration under British Rule, 1901-1919*, Dr. Lal Baha	Rs.	75/-
23.	*Thatta: Islamic Architecture*, Dr. A.H. Dani	Rs.	240/-